حمیرا شفیع

بدلے تیرے پیار

ٹی وی لاؤنج کی دیوار سے یہ لگا کلاک صبح کے پونے نو بجا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے اسکول، کالج اور دفتر جانے والے سدھارے تھے اور ان کو رخصت کرنے کے بعد تھکی ہاری سی رانیہ کاؤچ پر نیم دراز چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے گردوپیش کا جائزہ لے رہی تھی۔ سامنے بیڈروم کے ادھ کھلے دروازے سے جانے والوں کا پیچھے چھوڑا ہوا پھیلاوا صاف نظر آ رہا تھا۔

کہیں پر آڑی ترچھی شرٹ پڑی تھی اور کہیں پر بنیان اور پتلون۔ گیلا تولیہ گول مول سا ہوا بیڈ کی پائنتی پر پڑا تھا۔ الماری کی کھلی درازوں سے جرابیں اور رومال جھانک رہے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل پر پرفیوم، ہینڈ لوشن اور ہیئر اسپرے وغیرہ کی شیشیاں لڑھکی ہوئی تھیں۔ فرش پر بوٹ پالش کی ڈبیا اوندھی گری تھی۔ استعمال کے بعد ڈھکن تک بند کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی تھی۔

سوائے اتوار کے ہر صبح بیڈروم کا کم وبیش یہی منظر ہوا کرتا تھا۔ وہ علی الصبح اٹھ کر ان کو بھیجنے کی تیاریوں میں جت جاتی تھی۔ ایک ایک کو گرما گرم ناشتہ اور مطلوبہ اشیاء فراہم کرتے کرتے نڈھال ہو جاتی تھی اور اس میں اتنی توانائی ہی نہیں بچتی تھی کہ جانے والوں کے فوراً بعد سب کچھ سمیٹ سکے۔ ان ہی کا بچا کھچا ناشتہ کرنے اور کچھ دیر ستانے کے بعد وہ بکھیڑے سمیٹتی تھی۔ اتنے میں صفائی والی آ جاتی تھی۔ اس کے بھی عجیب نخرے تھے۔ ایک بیڈشیٹ تک جھاڑ کر بچھانا ناگوار گزرتی تھی۔ صاف کہہ دیتی۔

"باجی! برا نہ ماننا۔ میں صرف جھاڑو پھیر کر پوچا لگاؤں گی میرے آنے سے پہلے سب کچھ سمیٹ کر رکھا کرو۔ میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا۔ میں نے دوسرے گھروں میں بھی جانا ہوتا ہے۔"

اس لیے آج بھی اس نے تھوڑی دیر کمر سیدھی کی۔ بکھری چیزوں کو ٹھکانے لگا رہی تھی کہ بیل بجی۔ گیٹ کھولا تو سامنے کام والی کی بچیاں کھڑی تھیں۔

"باجی! اماں نے بھیجا ہے۔ آپ کو بتانے آئے ہیں کہ آج ہم کام پر نہیں آئیں گے۔"

"ہیں وہ کیوں کل بھی تم لوگ آدھا کام چھوڑ کر چلے گئے تھے۔" اس کا موڈ ایک دم خراب ہوا۔

"وہ باجی! ہمارے بھائی کے سالے کی شادی ہو رہی ہے۔ کل ہم نے مہندی پر جانا تھا۔ آج بارات ہے۔"

"ہاں تو کل ولیمے پر جانا ہوگا۔ پھر نہیں آؤ گے تم لوگ!" وہ جل کر بولی۔

"ہاں باجی! شاید پرسوں بھی نہ آئیں۔ ولیمہ گاؤں میں ہے۔"

وہ تو مزے سے کہہ کر چلی بنیں مگر وہ اپنی جگہ پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ اب کسی کام والی کے خلاف عدالت میں مقدمہ تو درج کروایا نہیں جا سکتا۔

☆☆☆

رانیہ کا شمار بھی خواتین کی اس قسم میں ہوتا تھا جو "ماسیوں" کے ہاتھوں ستائی ہوئی ہوتی ہیں۔ کئی ایک بدل کر بھی دیکھی تھیں۔ مگر سب ہی کی کم وبیش ایک سی عادتیں تھیں سب ہی چھٹیاں بہت کرتی تھیں۔ سب ہی کو تنخواہ ایڈوانس چاہیے ہوتی تھی۔ سب ہی کو چیزیں مانگنے کی لت تھی۔

ایک دفعہ اس کی دوست اس کے لیے تین رنگوں کا خوب صورت دوپٹہ تحفتاً لے کر آئی جو گوٹا کناری سے مزین تھا۔ کام والی کی نظر پڑ گئی تو اگلے ہی دن

www.zemtime.com

اپنی نند کی ابٹن پر پہننے کے لیے مانگ لیا۔

"میں نے تو خود ابھی ایک بار بھی نہیں اوڑھا تمہیں کیسے دے دوں۔" وہ روہانسی ہوگئی۔ پھر کیا تھا ساری کالونی میں مشہور ہوگیا کہ نیلے گیٹ والی باجی بڑی کنجوس اور کھڑدلی ہے۔

خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اس کی بڑی لڑکی دھڑلے سے ان کا نیٹ شیئر کرتی تھی۔ شاید بچوں سے پاس ورڈ پوچھ لیا تھا۔ ایک باجی نے اسے اپنا پرانا موبائل عنایت کر رکھا تھا۔ اس نے ٹوکا تو اس کی ماں نے ہی بہت برا جانا۔

"کیا ہے..... باجی! بچی ذرا سا اپنا دل ہی تو بہلا رہی تھی۔"

"تمہیں پتا ہے کہ وہ کتنی واہیات فلم دیکھ رہی تھی۔ میں تو اپنے بچوں کو بھی زیادہ نیٹ استعمال کرنے سے روکتی ہوں۔" اس نے نرمی سے سمجھایا مگر اگلے ہی دن ان کا جواب آ گیا۔

"ہم ایسے گھر میں کام نہیں کر سکتے جہاں اتنی روک ٹوک ہوتی ہو۔"

اب یہ جو نئی کام والیاں رکھی تھیں وہ تو تقریبات میں ہی جانے کی بے حد شوقین تھیں۔ ویسے ہر وقت مہنگائی اور دگرگوں معاشی حالت کے رونے روتی رہتی تھیں مگر مجال ہے جو کسی دور پرے کے عزیز رشتہ دار کی بھی منگنی شادی وغیرہ مس ہو جائے۔ ایک دن جب انہوں نے مہینے میں تیسری بار کسی شادی پر جانے کی چھٹی مانگی تو اس نے غصے میں آ کر ہمیشہ کے لیے ان کی چھٹی کرا دی۔

"جہاں میں اور ہزاروں کام کرتی ہوں وہاں ایک صفائی بھی سہی۔" اس نے خود کو تسلی دی۔ اگلے دن وہ کمر کس کر میدان میں اتر گئی۔ مگر فقط جھاڑو پھیرتے ہی چودہ طبق روشن ہو گئے۔ گھٹنوں کے جوڑوں نے خوب دہائیاں دیں۔ پوچھے کا مرحلہ مزید دشوار ثابت ہوا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا محال تھا۔ خیر جیسے تیسے وائپر کے ساتھ پوچھے باندھ کر پھیر لیا۔ چند روز یہی روٹین رہی۔ مگر اس کی نفاست پسند طبیعت کو صفائی میں کچھ کمی محسوس

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

ہوتی تھی۔ شاید کھڑے ہو کر پوچا پھیرنے سے فرش مکمل طور پر صاف نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک دن کچن میں رکھی چوکی پر نظر پڑی تو اچانک خیال آیا کہ اگر اس کو وہیل لگوا لیے جائیں تو بیٹھ کر پوچا پھیرنے میں آسانی ہوگی۔ پھر خود ہی اس نے اپنے آپ کو اس اچھوتے آئیڈیا پر شاباش دی۔ آخر ایف۔ ایس۔ سی میں پڑھی ہوئی انجینئرنگ کام آ ہی گئی۔ ابا مرحوم ٹھیک ہی کہا کرتے تھے کہ اگر لڑکیاں نوکری نہ بھی کریں تو یہ پڑھائیاں لکھائی روز مرہ کے کاموں میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس نے ورکشاپ بھیج کر چوکی کو وہیل فٹ کروا لیے۔ اب وہ آسانی سے گھوم گھام کر پوچا بھی پھیرنے لگی ہفتے دس دن کی پریکٹس سے جسم اس مشقت کا عادی ہو گیا۔ تھکن تو پھر بھی بہت ہو جاتی تھی مگر وہ خوش تھی کہ اب وہ کسی کام والی کی محتاج نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

گھر کا بیرونی گیٹ اور سیڑھیاں بہت گندی ہو رہی تھیں۔ اس سے پہلے کسی کام والی نے انہیں ڈھنگ سے صاف بھی نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنی چادر اچھی طرح سے لپیٹی اور پائپ لگا کر گیٹ اور سیڑھیوں کو خوب دھویا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا چھوٹا گڈو بھاگتا ہوا آیا۔

''مما! کیا ہم بہت غریب ہو گئے ہیں۔'' وہ فکر مندی سے بولا۔

''خدانخواستہ نہیں تو، تم سے کس نے کہا.....؟''

''مما! وہ سامنے والوں کا بوبی کہہ رہا تھا کہ تمہاری امی اب خود صفائی کرتی ہیں۔ انہوں نے کام والی کو ہٹا دیا ہے کیونکہ شاید پیسے نہیں ہیں۔''

''ادھر آؤ بیٹا!'' اس نے پیار سے بچے کا بازو تھام کر قریب کیا۔

''کل میں نے آپ کو اسلامیات کے سبق ''محنت کی عظمت'' میں کیا پڑھایا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے کام کرنا ثواب کا کام ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اپنے گھر کے تمام کام خود کرتے تھے۔ اچھے بچے ایسی باتیں نہیں کرتے۔''

بچے کو تو اس نے مطمئن کر کے بھیج دیا مگر ایک دن جب وہ گیراج کی صفائی کر رہی تھی تو اچانک بڑی بھابھی صاحبہ تشریف لے آئیں۔

اپنے بیٹے کے لیے ''لڑکی تلاش مہم'' میں مصروف تھیں۔ اس لیے کافی دن بعد چکر لگایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جھاڑو دیکھ کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچیں۔

''ارے رانی..... یہ کیا..... تم خود.....!''

''جی بھابھی! اب میں اپنے گھر کی صفائی خود کرتی ہوں۔'' اس نے فخریہ بتایا مگر وہ خوش ہونے کے بجائے تشویش سے اسے دیکھتی رہیں۔ پھر جب تک بیٹھیں سخت بے چین رہیں، کرید کرید کر عجیب سے سوالات پوچھتی رہیں۔ جاتے وقت پیار سے اسے گلے لگایا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

''دیکھ رانی! یہ ٹھیک ہے کہ اماں ابا گزر چکے ہیں مگر اللہ سلامت رکھے تمہارے بھائیوں کو۔ ان کے دم سے تمہارا میکہ قائم ہے۔ اگر خرچے پانی کا کوئی مسئلہ ہے تو فی الحال یہ رکھو بعد میں، میں اور.....'' پرس سے چند نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

''ہائے نہیں بھابھی.....'' وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

''میں اپنی خوشی سے یہ سب کرتی ہوں۔ کام والیوں کی بلیک میلنگ سے تنگ آ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کوئی مالی مسئلہ نہیں۔'' مگر ان کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی وضاحت سے ذرا بھی مطمئن نہیں ہوئی ہیں۔

☆☆☆

بھابھی جان کیا ہو گئیں۔ سارے خاندان میں بریکنگ نیوز وائرل ہو گئی کہ رانیہ بے چاری کے پاس تو کوئی کام والی نہیں ہے خود کرتی ہے۔

پھر کیا تھا۔ جٹھانی، دیورانی، بڑی نند، چھوٹی نند، منجھلی بھاوج سبھی نے فون پر کام والی نہ ہونے کی وجہ سے پہلے تو اظہار تعزیت کیا پھر دبی دبی زبان میں میاں کی آمدنی کے بارے میں تسلی چاہی۔

چھوٹی بہن نے تو حد کر دی۔ صبح سویرے اپنی

www.zemtime.com

کام والی کے ہمراہ آب دیدہ سی چلی آئی۔ بہت شرمسار تھی کہ دیور کی شادی میں مصروف ہونے کی وجہ سے بہن کی خبر گیری نہ کر سکی۔ بے چاری کتنی مصیبت میں ہے۔ بامشکل اسے سمجھا بجھا کر رخصت کیا کہ اسے فی الحال کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے۔

☆☆☆

وہ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب میاں معمول سے کچھ پہلے چلے آئے چہرہ غبارے کی مانند پھولا ہوا تھا اور تاثرات ہرگز بھی اچھے معلوم نہیں ہو رہے تھے۔

"تم نے یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے.....؟" عین اس کے سر پر آ کر دھاڑے۔

"گھر کی صفائی خود کر کے کیا جتانا چاہ رہی ہو.....؟ آخر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو.....؟ میری عزت دو کوڑی کی کر کے رکھ دی ہے تم نے....."

"ہیں..... میرے صفائی خود کرنے سے آپ کی عزت میں کیسے کمی واقع ہو گئی۔" اسے بھی شدید غصہ آ گیا۔

"آج بھائی جان میرے دفتر آئے تھے....."

"کیا انہوں نے آپ سے کچھ کہا.....؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"مجھ سے تو وہ ملے بھی نہیں۔ دراصل چند ماہ پہلے دفتر میں کچھ خواتین ٹائپسٹ اور سیکریٹری وغیرہ کا اضافہ ہوا تھا۔ اب دفتروں میں اس طرح کی باتیں تو چلتی رہتی ہیں۔ میرے کولیگز سے ہی سن گن لینے آئے تھے کہ کہیں میں ان میں سے کسی کے چکر میں آ کر گھر میں تمہیں رقم فراہم نہیں کر رہا جو تم خود صفائیاں کرتی پھر رہی ہو۔"

"ہائے میرے اللہ....." اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ "ذرا سی بات کے کیا کیا افسانے بن گئے۔

قسم سے احمر! میں نے تو کسی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ میں تو اپنی خوشی سے....."

"دوپہر میں بھابھی جان کا فون بھی آیا تھا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولے۔

"باتوں باتوں میں سنا رہی تھیں کہ مجھ سے کم رینک کے میرے کولیگز کے ہاں تو دو دو تین ماسیاں کام کرتی ہیں۔ جبکہ میری بیوی خود ماسی بنی پھر رہی ہے۔"

"نہیں احمر! میں تو اپنی خوشی سے....."

"ارے بھاڑ میں گئی تمہاری خوشی۔" وہ گرجے۔

"دو اڑھائی ہزار کی بچت کے پیچھے اتنی بے عزتی نہیں کروا سکتا میں۔ خبردار! کل ہی ہنگامی طور پر نئی کام والی کھڑی کرو۔" پھر تن فن کرتے کچن سے نکل گئے۔ اور وہ صدماتی کیفیت میں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

وہ تو اپنی طرف سے حوصلہ افزائی اور ستائش چاہ رہی تھی مگر اس کے برعکس اسے طنز تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ ان کا وسیع و عریض گھر تھا۔ اس کی امی اور بڑی بہنیں صفائی خود کرتی تھیں اور ہر آئے گئے سے محنت اور سلیقہ شعاری کی داد پاتی تھیں۔ مگر یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔ یعنی پہلے جن کاموں پر فخر کیا جاتا تھا اب وہ شرمندگی اور ندامت کا باعث سمجھے جاتے تھے۔

وقت کے ساتھ جہاں اور بہت کچھ بدلا تھا وہاں معاشرے میں اچھائی اور برائی کے معیار بھی بدل گئے تھے۔ یعنی کہ آج کل کام والیاں رکھنا بھی اسٹیٹس سمبل بن گیا۔ جو نوکر رکھتا ہے اس کی عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے جو افورڈ نہ کر سکے یا اپنی مرضی سے نہ رکھنا چاہے اس کی ذات کو ہلکا لیا جاتا ہے۔

اس نے دل برداشتہ ہو کر شیلف پر دھرا موبائل اٹھایا کہ بہن کو کام والی کا کہہ دے پھر خیال آیا کہ اس نے تو خود سے عہد کیا تھا وہ کبھی ہار نہیں مانے گی تو اب اتنی جلدی ہمت کیوں ہار رہی تھی۔ چند لمحے وہ سوچ میں ڈوبی رہی پھر ایک فیصلے پر پہنچی۔ باقیوں کی تو اسے رتی بھر بھی پروا نہیں تھی جہاں تک میاں کا تعلق تھا تو انہیں سمجھانا کون سا مشکل تھا۔ محبت کے دو بولوں سے پگھل جائیں گے۔ اس نے مطمئن ہو کر دوبارہ سبزی کاٹنی شروع کر دی۔

☆☆

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014